43

دعوتِ الیٰ اللہ پر زور دو اور مخالفین کا ڈر دل سے نکال دو

(فرمودہ ۱۲ فروری ۱۹۳۲ء)

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:-

اللہ تعالیٰ پر ایمان جہاں انسان کے اندر اور بہت سی خوبیاں پیدا کر دیتا ہے وہاں ایک جرأت اور بہادری بھی ہے جو ایمان کے ساتھ ہی انسان کے اندر پیدا ہو جاتی ہے۔ ایمان اور نفاق کبھی ایک انسان کے اندر جمع نہیں ہو سکتے بلکہ جس شخص کے دل میں نفاق داخل ہو جائے، ایمان اس کے دل سے نکل جاتا ہے اور جس شخص کے دل میں ایمان داخل ہو جائے نفاق اس کے دل سے نکل جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں منافقوں کی نسبت فرماتا ہے کہ وہ بزدل ہوتے ہیں لیکن مؤمنوں کی نسبت فرماتا ہے کہ وہ بہادر اور دلیر ہوتے ہیں۔ اور کافروں کی نسبت فرماتا ہے کہ گو وہ بہادری تو دکھا سکتے ہیں لیکن چونکہ ان کے سامنے امید اور کوئی بڑا مقصد نہیں ہوتا اس لئے ان کی بہادری دیرپا نہیں ہوتی۔ ان تینوں طبقوں کا اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں الگ الگ نقشہ کھینچا ہے۔ مؤمن کے متعلق تو فرمایا کہ اگر معمولی ایمان رکھنے والا بھی ہو تو بھی ایک مؤمن دو مخالفوں پر بھاری ہوتا ہے اور اگر اس کا ایمان اور زیادہ پختہ اور مضبوط ہو جائے تو ایک مؤمن دس مخالفوں پر بھاری ہو جاتا ہے اور اگر اس سے بھی زیادہ ایمان ہو تو اسی نسبت سے وہ اور زیادہ دشمنوں پر بھاری ہوتا ہے۔ چنانچہ دیکھ لو رسول کریم ﷺ اکیلے تھے مگر باوجود اس کے آپ ساری دنیا پر بھاری تھے آپکے سامنے ایک یا دو یا دس یا بیس دشمنوں کا سوال نہ تھا بلکہ ساری دنیا آپ کی مخالف تھی ساری دنیا آپ کی دشمن تھی اور ساری دنیا مل کر آپ کو اپنے مقاصد میں ناکام رکھنا چاہتی تھی مگر باوجود اس کے کہ آپ اکیلے تھے اور باوجود اس کے کہ آپ ساری دنیا

کے مقابل پر کھڑے تھے پھر بھی آپ ہی غالب ہوئے اور آپکے مخالف ہمیشہ کے لئے مغلوب ہو گئے یہ تو مومنوں کا ذکر تھا۔ کفار کے متعلق اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں بیان فرماتا ہے کہ گو وہ بھی تکلیفیں برداشت کرتے، مصیبتیں اور اذیتیں جھیلتے اور رنج والم سہتے ہیں اور وہی بلائیں انہیں بھی پہنچتی ہیں جو مسلمانوں کو پہنچتی ہیں اور وہ ویسی ہی تکالیف برداشت کرتے ہیں جیسی مسلمان برداشت کرتے ہیں مگر تَرْجُوْنَ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا يَرْجُوْنَ اے مؤمنو۔ تم اللہ تعالیٰ کی طرف سے جن انعامات اور فضلوں کے امیدوار ہو انکے وہ امیدوار نہیں اور چونکہ انکے کاموں کے پیچھے کوئی امید کی شعاع روشن نہیں ہوتی اور نہ ان کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی تائیدات کے وعدے اور اس کے فضلوں کی بارش ہوتی ہے اس لئے باوجود اس کے کہ وہ بھی جرأت اور بہادری دکھاتے ہیں وہ بھی تکالیف اور مصائب برداشت کرتے ہیں، مگران کی بہادری دیرپا نہیں ہوتی۔ وہ وحشت اور تہوّر کے ساتھ تو کام کرتے ہیں لیکن شجاعت جو استقلال سے کام میں لگے رہنے اور مردانہ وار بڑی سے بڑی مشکلات کا مسلسل مقابلہ کرنے کا نام ہے، وہ ان میں مفقود ہوتی ہے۔ اور منافقوں کے متعلق فرماتا ہے کہ وہ کفار سے وعدہ کرتے ہیں کہ جنگ کے موقع پر ہم تمہاری پشت پناہ ہوں گے تمہاری مدد کریں گے اور تمہارے ساتھ مل کر مسلمانوں کو کچل دیں گے۔ مگران کے سب وعدے جھوٹے ہیں۔ کبھی منافق بھی بہادر ہو سکتا ہیں؟ اگر انہوں نے تمہارا ساتھ نہیں دیا تو ہم تمہیں بتائے دیتے ہیں کہ وقت آنے پر کافروں کا بھی ساتھ نہیں دیں گے کیونکہ وہ منافقت اور دلیری بالکل متضاد چیزیں ہیں۔

پس اللہ تعالیٰ نے ان تینوں درجہ کے لوگوں کا ذکر کردیا۔ یعنی مؤمن، کافر اور منافق کے اخلاق و عادات کا قرآن مجید میں ذکر فرمادیا۔ مؤمن کے متعلق تو بتایا کہ ایک ایک مؤمن دس دس کافروں پر بھی بھاری ہوتا ہے اور اگر اس کے ایمان میں مضبوطی اور زیادتی ہوتی چلی جائے تو اسی کیفیت سے وہ اور زیادہ کافروں پر بھاری ہو گا۔ کافروں کے متعلق فرمایا کہ گو ایک کافر بھی بہادر ہو سکتا ہے لیکن اس کی بہادری دیرپا نہیں ہو سکتی کیونکہ اس کے سامنے کوئی اعلیٰ مقصود نہیں ہوتا جو اس کی بہادری کو قائم رکھ سکے۔ زیادہ سے زیادہ اسے تہوّر کہا جاسکتا ہے۔ زیادہ سے زیادہ اسے وحشت یا دیوانگی کا نام دیا جاسکتا ہے، مگر شجاعت اور دلیری اسے نہیں کہا جاسکتا۔ اور منافقوں کے متعلق فرمایا جو شخص منافق ہوتا ہے وہ بہادر ہوتا ہی نہیں۔ یہ بالکل غلط ہے اور ہو نہیں سکتا کہ کوئی شخص منافق ہو اور پھر بھی وہ دلیر بہادر اور نڈر ہو۔

پس ہماری جماعت کے لوگ اپنے دلوں میں غور کریں کہ کافر تو وہ ہو نہیں سکتے کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کے ایک مأمور پر ایمان لاچکے اور ان کا دعویٰ ہے کہ وہ اس کے پیرو ہیں۔ پس اب دو ہی باتیں ہیں یا تو وہ مؤمن ہیں اور اگر مؤمن نہیں تو منافق ہیں اور یاد رکھو کہ مؤمن اور منافق میں یہ ایک امتیازی نشان ہے کہ مؤمن بہادر ہوتا ہے اور منافق بزدل۔ کبھی کسی مؤمن کے اندر تم بزدلی کا مادہ نہیں پاؤ گے۔ اور کبھی کسی منافق کے اندر شجاعت کا مادہ نہیں دیکھو گے۔ پس جتنی جتنی تم میں سے کوئی شخص اپنے اندر بزدلی محسوس کرتا ہے اسے سمجھ لینا چاہئے کہ وہ اتنا ہی نفاق سے حصہ رکھتا ہے۔ اور جتنا جتنا وہ اپنے آپ کو قربانی کے لئے تیار پاتا ہے اور یہ محسوس کرتا ہے کہ لوگوں کا خوف و ہراس اس کے دل میں نہیں اسے سمجھ لینا چاہئے کہ اتنا ہی اس کے اندر ایمان داخل ہے۔ اگر تم میں سے کوئی شخص یہ سمجھتا ہے کہ خواہ اس کی ساری دنیا مخالف ہو جائے' اپنے اور بیگانے اسے چھوڑ جائیں' مالی اور جانی نقصان پہنچائیں' حکومت اسے قید خانہ میں ڈال دے' لوگ اسے ماریں اور پیٹیں بلکہ اس کے قتل پر آمادہ ہو جائیں تب بھی وہ ان کا خوف اپنے دل میں محسوس نہیں کرے گا اور ان کی اذیتوں سے نہیں ڈرے گا اور ان کے دکھوں سے متزلزل نہیں ہو گا بلکہ انکی تمام ایذاء' ان کا تمام دکھ' ان کی تمام مصیبت بخوشی برداشت کرے گا اور لحہ بھر کے لئے بھی لوگوں کا خوف اور رُعب اپنے دل میں نہیں آنے دے گا تو اسے معلوم ہونا چاہئے کہ اس کا دل سمجھتا ہے کہ وہ مؤمن ہے۔ اگر وہ کسی موقع پر اپنے آپ کو ایسا ثابت بھی کر دیتا ہے یعنی دنیا کو اپنی دلیری اور مؤمنانہ شجاعت کا ثبوت بہم پہنچا دیتا ہے تب اسے یقین کر لینا چاہئے کہ وہ مؤمن ہے لیکن اگر وہ اپنے آپ کو ان باتوں کے لئے تیار نہیں پاتا اور وہ سمجھتا ہے کہ اگر کوئی ایسا موقع پیش آئے تو اس پر دوسروں کا خوف غالب آجائے گا تو اسے سمجھ لینا چاہئے کہ اس شخص کا دل بھی محسوس کرتا ہے کہ وہ منافق ہے اور اگر کسی موقع پر وہ ایسا ہی ثابت ہوتا ہے یعنی لوگوں سے ڈر جاتا ہے تو اسے یقین کر لینا چاہئے کہ واقعہ میں وہ منافق ہے اگرچہ بظاہر اپنے آپ کو مؤمن کہتا ہے۔

میں نے بتایا ہے مؤمنوں کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے بہت بڑے بڑے انعامات کا وعدہ ہے۔ ان وعدوں کو دیکھ کر ایک لحظہ کے لئے بھی کسی مؤمن کے دل میں بزدلی اور ڈر جگہ نہیں پا سکتا۔ بھلا غور تو کرو کتنی عظیم الشان برکات کا پیغام ہے۔ جو اللہ تعالیٰ نے تمہیں قرآن مجید میں دیا ہے کہ تَرْجُوْنَ مِنَ اللّٰهِ مَالَا يَرْجُوْنَ تمہیں یاد رکھنا چاہئے۔ تمہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے

انعامات کی وہ توقع ہے جو تمہارے مخالفوں کو نہیں۔ جب تمہارے لئے اللہ تعالیٰ کے فضلوں کے وعدے موجود ہیں تو تمہارے لئے ڈر کا کونسا مقام ہے۔ اگر ایک کافر بھی باوجود یہ نہ جاننے کے کہ اسے دنیا میں فتح حاصل ہوگی یا شکست' پھر بھی اپنی جان جوکھوں میں ڈال کر مصیبت کا مقابلہ کرتا ہے تو وہ مؤمن جسے یقین ہو کہ اگر میں فتح سے پہلے مرگیا تو میرے لئے اللہ تعالیٰ کے حضور جنت مقدّر ہے اور اگر فتح حاصل ہوگئی تو دونوں جہاں میں کامیابی اور فلاح ہے' کیونکر لوگوں کا خوف کھا سکتا ہے اور کس طرح اس پر بزدلی اور خوف غالب آسکتا ہے۔

پس ہماری جماعت کے لوگوں کو چاہئے کہ وہ جس کام میں بھی ہاتھ ڈالا کریں اس میں دوسروں سے ممتاز نمونہ ظاہر کیا کریں کیونکہ نمونہ کا ہی دوسروں پر اثر پڑتا ہے۔ اگر یہ ناممکن اور بالکل ناممکن ہے کہ تم آگ جلاؤ اور اس کی گرمی محسوس نہ ہو' برف ہاتھ میں پکڑو اور اس کی خنکی محسوس نہ ہو' سورج چڑھے اور اس کی روشنی نظر نہ آئے یا وہ چھپ جائے اور اس کی روشنی موجود رہے تو یہ کس طرح ممکن ہے کہ تمہارے دلوں میں ایمان ہو مگر اس کے آثار نہ ہوں۔ اگر تمہیں یقین ہے کہ تم واقعہ میں مؤمن ہو تو اس ایمان کے نشان بھی ہونے چاہئیں۔ مونہہ سے ہر شخص کہہ سکتا ہے کہ میرے اندر ایمان ہے لیکن اگر وہ ایمان صرف دعویٰ ہی دعویٰ ہے اور ایمان اپنی علامات اور نشانات کے ساتھ نظر نہیں آتا تو اسے سمجھ لینا چاہئے کہ وہ ایمان نہیں بلکہ اس کے نفس کا دھوکا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس ایک دفعہ ایک شخص آیا اور اس نے آکر کہا کہ مجھے الہام ہوتا ہے۔ میں بھی اللہ تعالیٰ کا نبی ہوں اور مجھے یہ الہام ہوتا ہے کہ میں محمد ہوں' میں موسیٰ ہوں' میں عیسیٰ ہوں اور میں تمام نبیوں کا مثیل ہوں۔ پس جس طرح آپ کو الہام ہوتے ہیں اسی طرح مجھے بھی ہوتے ہیں۔ میں کس طرح مان لوں کہ میں اپنے الہامات میں جھوٹا ہوں۔ مجھے تو روز خدا کہتا ہے کہ تو محمد ہے' تو موسیٰ ہے' تو عیسیٰ ہے۔

میں نے خود تو نہیں سنا مگر جس دوست نے بیان کیا وہ سناتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اسے کہا جس وقت خدا تمہیں محمد کہتا ہے تو کیا تمہیں محمدیت کی شان بھی عطا فرماتا ہے اور کیا جب وہ تمہیں موسیٰ کہتا ہے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام والی صفات بھی تم میں پیدا ہو جاتی ہیں یا جب عیسیٰ کہتا ہے تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام والا حلم اور ان جیسے معجزات بھی تمہیں ملتے ہیں۔ کہنے لگا ملتا تو کچھ نہیں مگر خدا مجھے روز کہتا ہے کہ تو محمد ہے' تو موسیٰ ہے' تو عیسیٰ ہے۔ آپ نے فرمایا تب معلوم ہوا کہ شیطان تم سے کھیل رہا ہے کیونکہ خدا جب کسی کو کوئی نام دیتا ہے

تو وہ اس جیسی صفات بھی عطا فرماتا ہے۔ دنیاوی گورنمنٹیں جب کسی کو خان بہادر کا خطاب دیتی ہیں تو وہ اس کے دل کو بہادر نہیں بنا سکتیں، صرف نام دے سکتی ہیں۔ مگر اس نام جیسی صفات دینے سے قاصر رہتی ہیں۔ مگر جب خدا تعالیٰ کسی کو بہادر کہتا ہے تو اس کو بہادر بنا بھی دیتا ہے کیونکہ اس کا کلام ہر قسم کے جھوٹ اور مبالغہ سے مبرّا ہوتا ہے۔ اگر خدا تمہیں کہتا ہے کہ تم محمد ہو تو محمدی انوار اور صفات بھی تمہیں عطا کرتا ہے۔ اگر خدا تمہیں کہتا کہ تم موسیٰ اور عیسیٰ ہو تو وہ تمہیں موسیٰ والی برکات اور عیسیٰ والے معجزات بھی عطا کرتا ہے لیکن جبکہ تمہیں کچھ ملتا نہیں تو صاف معلوم ہو رہا ہے کہ یہ خدا تعالیٰ کا کلام نہیں، شیطان کا کلام ہے۔ پس حقیقت یہ ہے کہ خدا کی طرف سے جب کسی کا کوئی نام رکھا جاتا ہے تو اس نام کے ساتھ ویسی ہی قوتیں بھی اس میں رکھی جاتی ہیں جن سے پتہ لگتا ہے کہ وہ خدا کا کلام ہے شیطان کا نہیں۔ جس وقت اللہ تعالیٰ کسی شخص کا نام مؤمن رکھتا ہے تو اس کے ساتھ ہی اس کے اندر ایمان کے آثار بھی پیدا کر دیتا ہے۔ اور جب کوئی شخص مؤمن بن جاتا ہے تو اس کے اندر تمام ایمان کی صفات نظر آنے لگتی ہیں اور سچے ایمان کی علامت اللہ تعالیٰ نے یہ مقرر کی ہے کہ اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰہُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَیْھِمُ الْمَلٰٓئِکَۃُ اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَبْشِرُوْا بِالْجَنَّۃِ الَّتِیْ کُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ ؁ یعنی جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ ہم اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے وہی ہمارا محبوب ہے۔ اور پھر اس کے ساتھ ہی ایمان پر استقامت بھی دکھاتے ہیں تو ملائکہ اس پیغام کے ساتھ ان پر نازل ہوتے ہیں کہ تم کسی قسم کا خوف اور حُزن مت کرو بلکہ اللہ تعالیٰ کے انعامات پر خوش ہو جاؤ۔ اس سے ظاہر ہے کہ ایمان کی علامت اللہ تعالیٰ نے یہ مقرر کی ہے کہ جب کوئی شخص مؤمن بن جاتا ہے تو خوف اور حزن اس کے دل سے مٹا دیا جاتا ہے اور خوف اور حُزن یہ دونوں بزدلی کی علامتیں ہیں۔ ہمیشہ وہی بزدلی دکھاتا ہے جو ڈرتا ہے کہ دشمن اسے ایذاء نہ پہنچا دے یا وہ بزدل ہوتا ہے جو غمگین ہو۔ غرض اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے یہ حقیقت بیان فرمائی ہے کہ ایمان لانے کے ساتھ ہی مؤمن پر ملائکہ کا نزول ہوتا ہے اور وہ اس سے کہتے ہیں کہ اب تمہارے دل سے بزدلی مٹا دی گئی۔ اب تم دلیر اور بہادر ہو گئے اور دنیا کی کسی طاقت سے تم خوف نہیں کھا سکتے۔ پس جب مؤمنوں کی یہ علامت ہے کہ وہ بہادر اور دلیر ہوتے ہیں تو ہماری جماعت کو بھی چاہئے کہ انکے تمام کام دوسروں سے ممتاز ہوں اور ان میں وہ جرأت اور بہادری پائی جائے جس کی دوسروں میں نظیر نہ مل سکے۔

میں نے ایک پچھلے جمعہ کے خطبہ میں افسوس کے ساتھ اس امر کا اظہار کیا تھا کہ بعض جماعتوں

نے مخالفین کے مقابل پر کمزوری دکھائی اور انہوں نے تبلیغ میں کوتاہی کی ہے جو مؤمنانہ شان کے خلاف ہے۔ اب پھر میں دوستوں سے کہتا ہوں کہ وہ اپنی اصلاح کریں اور جب بھی لوگوں کی طرف سے مخالفت بڑھے، پہلے سے بھی زیادہ جوش اور اخلاص کے ساتھ تبلیغ میں لگ جائیں اور اس امر کی ہمیشہ کوشش کریں کہ مقابلہ ہمیشہ مخالفت کی نسبت سے ہو۔ یعنی جتنی جتنی مخالفت زیادہ ہو اتنے ہی زیادہ جوش سے تبلیغ کا کام کرو۔ اگر پہلے مکانوں اور جلسہ گاہوں میں تبلیغ کرتے تھے تو پھر بازاروں اور کوچوں میں چلے جائیں اور دیوانہ وار لوگوں کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا پیغام پہنچائیں اور دشمنوں پر ثابت کردیں کہ ہم بزدل نہیں بلکہ جتنے زیادہ ہتھیاروں کے ساتھ مسلح ہو کر دشمن ہمیں دبانے کے لئے نکلتا ہے ہم اتنے ہی زیادہ ابھرتے ہیں اور دکھادیتے ہیں کہ مومن کبھی بزدل نہیں ہوتا۔ آخر زیادہ سے زیادہ تمہیں کس بات کا خوف ہو سکتا ہے۔ یہی ہو گا کہ لوگ تمہیں ماریں گے پیٹیں گے دکھ دیں گے۔ لیکن اگر تم خدا کی راہ میں ان باتوں کے لئے بھی تیار نہیں اور اگر تم خدا کے لئے قید و بند کی مصیبتیں جھیلنے اور دشمنوں کی مار سہنے کے لئے تیار نہیں تو تم اپنے دعویٰ ایمان میں سچے کس طرح ہو سکتے ہو۔ اس کے تو صاف معنے یہ ہیں کہ تم مؤمن نہیں بلکہ منافق ہو۔ لیکن سمجھتے ہو کہ تم مؤمن ہو۔ اور اس شخص کی حالت زیادہ خطرناک ہوتی ہے جو بیمار ہو اور پھر یہ سمجھے کہ میں بیمار نہیں ہوں۔ ایک ایسا شخص جو واقعہ میں منافق ہے اور جسے علم ہے کہ میں منافق ہوں، بالکل ممکن ہے وہ ایک وقت اپنی اصلاح کرلے کیونکہ اسے اپنی بیماری کا علم ہے لیکن وہ شخص جو منافق ہونے کے باوجود اپنے نفاق سے بے خبر ہے وہ اپنی بیماری کا علاج نہیں کر سکتا وہ اسی حالت میں رہے گا اور ہدایت سے محروم ہو جائے گا۔ دیکھ لو ہر ایک بیمار قابل رحم ہوتا ہے لیکن سب سے زیادہ قابل رحم پاگل ہوتا ہے کیونکہ وہ اپنی بیماری سے بے خبر ہوتا ہے۔ ساری دنیا سمجھتی ہے کہ وہ بیمار ہے لیکن وہ اپنے آپ کو تندرست سمجھتا ہے اور خیال کرتا ہے کہ ایک میں ہی تندرست ہوں باقی سب لوگ بیمار ہیں۔ چنانچہ کسی پاگل کو پاگل کہہ کر دیکھو، وہ سر پھوڑنے کے لئے تیار ہو جائے گا۔ پس سب سے زیادہ قابل رحم شخص پاگل ہوتا ہے کیونکہ وہ اپنی بیماری کو محسوس نہیں کرتا۔ اسی طرح وہ امراض بھی خطرناک ہوتی ہیں جو اندرونی تغیّرات کے نتیجہ میں پیدا ہوتی ہیں جیسے سل اور دق ہے۔ کیونکہ ان مرضوں کا اس وقت علم ہوتا ہے جب مرض بیمار کو نڈھال کردیتا ہے اور اس کا علاج ناممکن ہو جاتا ہے۔ لیکن جو بیماریاں ظاہر ہوں اور ان کا پتہ جلدی لگ سکے وہ ایسی خطرناک نہیں ہوتیں۔ مثلاً ملیریا ہے فوراً ہی جب

حرارت تیز ہو جاتی ہے ہر شخص کو پتہ لگ جاتا ہے کہ اسے بخار ہے لیکن سل اور دق کا مریض سالہا سال سے اپنے جسم میں کمزوری محسوس کرتا ہے مگر وہ خیال کرتا ہے کہ شاید کھانا اچھا نہیں ملتا۔ یا کام زیادہ کرتا ہوں جسکی وجہ سے کمزوری ہو رہی ہے۔ حالانکہ اندر ہی اندر مرض اپنا کام کر رہا ہوتا ہے۔ اور اسے تب پتہ لگتا ہے جب اس کے پھیپھڑے زخمی ہو جاتے ہیں اور مرض اپنا کام کر چکتا ہے۔ غرض ایسی بیماریاں جن کا مریض کو علم نہ ہو اور اندر ہی اندر اسے کھاتی چلی جائیں زیادہ خطرناک ہوتی ہیں۔ بالکل اسی طرح وہ شخص جو اپنے دل میں نفاق کی بیماری رکھتا ہے مگر اسے محسوس نہیں کرتا خطرے کے بہت زیادہ قریب ہوتا ہے۔ پس اپنے نقائص کو محسوس کرو۔ اور ان کی اصلاح کی کوشش کرو۔ میں متواتر کئی سالوں سے جماعت کو تبلیغ کے لئے توجہ دلا رہا ہوں اب پھر توجہ دلاتا ہوں اور کہتا ہوں کہ تبلیغ کرو اور پورے زور سے کرو۔ یہ مت خیال کرو کہ تم نے پچھلے سال کافی تبلیغ کرلی۔ اگر اس سال نہ کروگے تو کیا حرج ہے۔ جب تمہاری صبح کی روٹی شام کو کافی نہیں ہوتی تو کس طرح تمہارے پچھلے سال کی تبلیغی کوشش اس سال تمہیں سرخرو کر سکتی ہے۔ جس طرح ایک منٹ پہلے کا سانس تمہارے لئے کافی نہیں بلکہ تمہارے لئے دوسرے منٹ کے لئے ایک اور سانس اور نئی ہوا کی ضرورت ہوتی ہے اسی طرح ایک منٹ پہلے کا ایمان بھی تمہارے لئے کافی نہیں جب تک دوسرے منٹ نیا اور تازہ ایمان تمہارے اندر پیدا نہیں ہوتا۔ اور اگر تم دیکھتے ہو کہ پہلے کسی وقت تم میں ایمان پیدا ہوا مگر اب نہیں تو یاد رکھو تمہارے دل میں کفر تو آچکا اور تم پر روحانی طور پر موت وارد ہو چکی۔ پس اپنے ایمان کی فکر کرو اور اس امر کو اچھی طرح سمجھ لو کہ جس طرح تمہیں جسمانی حیات کے لئے ہر لحہ تازہ ہوا' تازہ کھانا اور تازہ پانی کی ضرورت ہوتی ہے۔ اسی طرح روحانی زندگی کے لئے تمہیں تازہ بتازہ نشانات روحانیہ کی ضرورت ہوتی ہے اور جس طرح تمہاری جسمانی زندگی بغیر تازہ کھانے اور تازہ ہوا کے قائم نہیں رہ سکتی اسی طرح تمہاری روحانی زندگی بھی بغیر تازہ نشانات کے قائم نہیں رہ سکتی۔ پس تبلیغ پر زور دو اور دشمنوں کا ڈر اپنے دل سے نکال دو۔ زیادہ سے زیادہ انکی طرف سے تمہیں جان کا خطرہ ہو سکتا ہے۔ مگر یہ بھی تو سوچو کہ تم صحابہ کے مثیل ہو اور صحابہ تو شہادت کو ایسا عزیز سمجھتے تھے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے متعلق لکھا ہے چونکہ آپ خلافت کی وجہ سے باہر جنگوں پر جا نہیں سکتے تھے اس لئے آپ دعا مانگا کرتے تھے کہ الٰہی مجھے مدینہ میں ہی شہادت کی موت عطا فرما[۳]۔ آخر اللہ تعالیٰ نے مدینہ میں ہی ان کی شہادت کا سامان کر دیا اور ایک شخص نے جو منافق یا

کافر تھا آپ کو مسجد میں شہید کر دیا ہے۔ تو صحابہ کی تو یہ حالت تھی کہ وہ خدا کی راہ میں جان دینا اللہ تعالیٰ کا انعام اور اس کا خاص احسان سمجھتے تھے۔ کیا تمہاری جانیں صحابہ سے زیادہ قیمتی ہیں جنہیں اگر باہر شہادت کا موقع نہیں ملتا تھا تو وہ گھروں میں ہی شہادت کے لئے دعائیں کیا کرتے تھے۔ حالانکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی یہ دعا نہایت ہی خطرناک تھی۔ اس کا صاف طور پر یہ مطلب تھا کہ یا تو جماعت میں ایسے منافق پیدا ہو جائیں جو مجھے شہید کر دیں یا بیرونی دشمن اتنا قوی ہو جائے کہ وہ مدینہ پر حملہ کرے۔ اور اتنی کامیابی حاصل کرلے کہ وہ خلیفہ کو شہید کر دے۔ مگر جوش اخلاص میں انہوں نے اس امر کا خیال نہیں کیا اور اللہ تعالیٰ سے دعائیں کیں اور اللہ تعالیٰ نے بھی ان کے اخلاص کو دیکھ کر مدینہ کو بیرونی حملوں سے تو بچالیا لیکن ایک شخص مدینہ سے ہی کھڑا ہوا جس نے آپ کو شہید کر دیا۔ پس تبلیغ سلسلہ پر زور دو اور پہلے سے زیادہ جوش کے ساتھ کام کرو۔ اور یاد رکھو کہ موت سے مت ڈرو کیونکہ مؤمن اور خوف دو متضاد چیزیں ہیں۔

دوسرا کام جو اس وقت ہمارے پیش نظر ہے وہ مظلومان کشمیر کی امداد کا ہے۔ اس وقت غلط طور پر ریاست کشمیر سخت جوش میں آئی ہوئی ہے اور اس نے اسی جوش میں ہمارے آدمیوں کو جو وہاں کام کر رہے تھے نکال دیا ہے اور خوش ہو رہی ہے کہ اس طرح اس نے ہمارے آدمیوں کو نقصان پہنچا دیا اور وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہو گئی حالانکہ ہمارے آدمی تو آسمان سے اترتے ہیں اور اگر ایک نکال دیا جائے تو اس کے ہزاروں قائم مقام پیدا ہو جاتے ہیں۔ افغانستان کو ہی دیکھ لو ہمارے آدمیوں کو وہاں سے نکالا گیا، انہیں مارا پیٹا اور قید کیا گیا۔ بعض کو سنگسار بھی کیا گیا مگر کیا ان کی مخالفانہ تدابیر کے ذریعہ وہاں احمدیت مٹ گئی یا کیا ہمارے کام کو نقصان پہنچا۔ احمدیت کی تاریخ بتلاتی ہے کہ اللہ کے فضل سے باوجود افغانستان میں احمدیوں کو شدید تکالیف دیئے جانے کے پھر بھی احمدیت بڑھی۔ یہاں تک کہ جب امان اللہ خان افغانستان سے نکلا تو اس کے ایک درباری نے مجھے خط لکھا کہ آپ خیال کرتے ہوں گے شاید افغانستان میں اب احمدی نہیں۔ اور ہم لوگ آپ سے واقفیت نہیں رکھتے۔ گو آپ ہمیں نہیں جانتے مگر ہم آپ سے واقف ہیں۔ ہم امان اللہ خان کے درباریوں میں سے تھے اور احمدی تھے۔ ہم نے ایک خفیہ انجمن بنا رکھی تھی اور ہمارا کام یہ تھا کہ جب کسی کو دیکھتے کہ وہ سعید اور نیک فطرت رکھتا ہے تو اسے احمدیت کی تبلیغ کرتے تھے۔ تو اللہ تعالیٰ نے ایسے ایسے علاقوں میں ہماری تبلیغ کو کامیاب کیا ہے جہاں ظاہری لحاظ سے سب سے زیادہ مشکلات پیدا کی جارہی تھیں۔ پھر ہم کیونکر سمجھ لیں کہ اگر کشمیر سے ہمارے آدمیوں کو

نکال دیا گیا یا انہیں کام کرنے سے روکا گیا ہے تو اس سے ہمارے کام کو نقصان پہنچے گا۔ کوئی کام ہو' خواہ دینی ہو یا دنیوی اللہ تعالیٰ کا فضل ہمارے شامل حال ہے اور وہ ہمیں ہر میدان میں کامیابی عطا فرماتا ہے۔ پس یہ اس ریاست کی بیوقوفی ہے جو یہ خیال کرتی ہے کہ وہ ہمارے آدمیوں کو نکال کر اپنے ارادوں میں کامیاب ہو جائے گی۔ خواہ وہ ایک ایک کرکے ان تمام لوگوں کو ریاست کشمیر سے نکال دے جو احمدیت پر قائم ہیں اور خواہ سب کے مونہوں کو بند کر دے پھر بھی ہم یقین رکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اس کام کو سرانجام دے گا اور احمدیوں کے علاوہ دوسروں کے دلوں میں تحریک پیدا کرے گا اور وہ ہماری تجاویز کے مطابق کام کریں گے۔ اور ہم برابر دیکھ رہے ہیں کہ ادھر ریاست ہمارے آدمیوں کو نکالتی ہے اور ادھر اور ایسے آدمی کھڑے ہو جاتے ہیں جو کام کو بند ہونے نہیں دیتے۔

پس یہ ریاست کی غلطی ہے جو یہ خیال کرتی ہے کہ اس طرح آزادی کی جدوجہد میں وہ رکاوٹیں پیدا کر دے گی۔ لیکن باوجود اس کے ہر قوم کا فرض ہے کہ جب اس کے نمائندوں کو کسی ملک یا ریاست سے نکال دیا جائے تو وہ تمام کی تمام قوم ایک کامل عزم لے کر اٹھے اور یہ تہیہ کرلے کہ اب خواہ کچھ ہو جائے' اس کام سے پیچھے نہیں ہٹے گی۔ میں بتا چکا ہوں کہ یہ خیال کرنا کہ اس کام کا مذہب سے کوئی تعلق نہیں غلطی ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے علاوہ تورات کے نزول کے جو ایک مذہبی کام تھا' اللہ تعالیٰ نے یہ کام بھی لیا کہ آپ کے ذریعہ فرعون کے ظلم و تشدد سے بنی اسرائیل کو نجات دلائی۔ یہی مثال اس وقت ہماری آنکھوں کے سامنے ہے۔ اس وقت کشمیری قوم بھی ابتدائی انسانی حقوق سے محروم ہے اور سالہا سال سے غلامی کی زنجیروں میں جکڑی چلی آتی ہے۔ پس اس وقت ان کی حفاظت کرنا ہمارا مذہبی فرض ہے۔ اور گو ایسا مذہبی کام نہیں جیسے تبلیغ ہے مگر بہرحال اس کا مذہب سے تعلق ہے۔ ہمارا ان مولویوں جیسا فتویٰ نہیں جو یہ کہہ کر کہ یہ مذہبی کام ہے جہاد کا اعلان کر دیتے ہیں بلکہ ہمارا پہلے بھی یہ فتویٰ تھا اور اب بھی ہے اور ہمیشہ یہی ہوگا کہ یہ ایسا مذہبی معاملہ ہے جیسا کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا مَنْ قُتِلَ دُوْنَ مَالِہٖ وَ عِرْضِہٖ فَھُوَ شَہِیْدٌ [۵] جو شخص اپنے مال اور عزت کی حفاظت میں مارا جاتا ہے' وہ شہید ہوتا ہے۔ یہ اگرچہ ویسی شہادت نہیں ہوتی جو اسلامی جنگوں میں کسی مومن کو حاصل ہوتی ہے۔ مگر پھر بھی اسے شہادت کا رنگ دے دیا گیا ہے اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ چونکہ میرے اس بندہ نے اچھے اخلاق کے لئے اپنی جان دی ہے اس لئے شہید ہے۔ مگر یہ اس قسم کی شہادت نہیں

کہلاسکتی جیسے کوئی شخص اللہ تعالیٰ کے راستہ میں اپنی جان دیتا ہے۔ بعینہٖ اسی طرح یہ بھی ایک مذہبی اور دینی معاملہ کہلائے گا۔ مگر اس طرح نہیں جیسے تبلیغ اور حفاظتِ اسلام کا کام ہے وہ اور قسم کا دینی کام ہے اور یہ اور قسم کا۔ مگر بہر حال یہ بھی ایک رنگ میں مذہبی کام ہے۔ گو یہ ایسا نہیں جس کے لئے جہاد کی ضرورت ہو۔ ہر چیز کا خدا تعالیٰ نے ایک مرتبہ رکھا ہے اور اس مرتبہ کی حدود کے اندر اسے دیکھنا چاہئے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اکثر فرمایا کرتے تھے کہ

گر حفظ مراتب نہ کنی زندیقی

یہ قول اگرچہ ہے تو کسی اور کا مگر آپ اس کا بہت ذکر فرمایا کرتے تھے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ جب تو ہر چیز کو اس کے دائرہ کے اندر نہیں رکھے گا بڑے کو بڑا اور چھوٹے کو چھوٹا نہیں سمجھے گا تو اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ تو زندیق ہو جائے گا۔ پس شہادت کے مختلف دائرے ہیں۔ ہو سکتا ہے ایک شخص ہندو ہو یا عیسائی ہو اور وہ اپنے مال یا جان کی حفاظت میں مارا جائے وہ بھی اس حدیث کے ماتحت شہید سمجھا جائے گا اور ہم یقین رکھتے ہیں کہ اگر ایک مسلمان اپنے مال یا جان کی حفاظت میں مارا جائے تو اسے اللہ تعالیٰ کے حضور اور بھی زیادہ درجہ ملے گا۔ اور اگر ہندو یا عیسائی مارا جائے تو بھی اللہ تعالیٰ اسے اجر سے محروم نہیں رکھے گا کیونکہ اللہ تعالیٰ ہر شخص کی بزدلی کو سخت ناپسند فرماتا ہے۔ پس یہ بھی ایک رنگ میں مذہبی معاملہ ہے اور اس میں ہماری جماعت کو خصوصیت سے توجہ کرنی چاہئے۔ ہم کشمیر میں عدل اور انصاف قائم کرنا چاہئے تھے مگر باوجود اس کے حکومت نے نہایت ہی ظالمانہ اور غیر منصفانہ طریق پر ہمارے نمائندوں کو وہاں سے نکال دیا ہے۔ اگر یہ حکومت کسی اور حکومت کے نمائندوں کو اپنے ملک سے نکال دیتی تو یقیناً وہ حکومت جس کے نمائندوں کو اس حکومت نے اپنے ملک سے نکالا ہوتا' اس کے مقابل پر اعلان جنگ کر دیتی اور اپنی اس تحقیر کا اس سے انتقام لیتی لیکن جبکہ حکومت ہمارے پاس نہیں اور حکومت نے بلا وجہ ہمارے نمائندوں کو وہاں سے نکال دیا ہے۔ کم از کم ہمیں اخلاقی جنگ کا اعلان ضرور کر دینا چاہئے۔ ابھی ہمیں خدا نے توپیں اور بندوقیں نہیں دیں اور نہ خدا نے ہمیں آزاد اور با اختیار حکومت عطا کی ہے۔ اگر ہمارے پاس بھی توپیں اور بندوقیں ہوتیں اور ہمیں بھی با اختیار حکومت حاصل ہوتی تو یقیناً ہم ریاست کے اس ظالمانہ فعل کے خلاف اعلان جنگ کر دیتے اور ہم صبر نہ کرتے جب تک اس ہتک اور تذلیل کی اسے سزا نہ دے دیتے لیکن چونکہ اس جنگ کے سامان ہمارے پاس موجود نہیں اور نہ ہمیں حکومت حاصل ہے اس لئے اب ہمیں کم از کم دوسرے

سامانوں کے ساتھ ریاست کے مقابلہ کا اعلان جنگ کر دینا چاہئے۔ اور وہ جنگ یہ ہے کہ ہماری جماعت کے نوجوان اس مہم کے سر کرنے کے لئے اپنے آپ کو بطور والنٹیئرز پیش کریں۔ اور وہ اپنے عمل سے دکھادیں کہ اگر ان کے بھائیوں کو ریاست سے نکال دیا گیا ہے تو وہ ان کی جگہ کام کرنے کے لئے اپنے آپ کو پیش کرنے کے لئے تیار ہیں۔ اگر ہماری جماعت کے نوجوان اس طرف توجہ کریں جنہوں۔ نے ابھی تک کوئی ملازمت اختیار نہیں کی یا کوئی کام شروع نہیں کیا اور میں سمجھتا ہوں ایسے سینکڑوں نوجوان ہیں تو اس معاملہ میں ہمیں بہت جلدی کامیابی حاصل ہو سکتی ہے۔ کئی ہیں جو مہینوں سے اپنی تعلیم سے فارغ ہو چکے اور اب وہ ملازمت کے انتظار میں اپنے اپنے گھروں میں بیٹھے روٹیاں توڑ رہے ہیں ان کا فرض ہے کہ وہ اپنے اوقات کو رائیگاں نہ کھوئیں بلکہ اسے کسی اچھے کام پر لگائیں اور اس سے زیادہ اچھا کام اور کیا ہو سکتا ہے کہ انہیں قوم اور ملک و ملت کی خدمت کرنے کی توفیق ملے۔ ایسے نوجوان جو تعلیم یافتہ ہوں خواہ مولوی فاضل ہوں یا انٹرنس پاس ہوں یا ایف۔ اے ہوں یا بی۔ اے ہوں بشرطیکہ تعلیم سے فارغ ہو کر اب کسی ملازمت کی تلاش میں ہوں' ان کا فرض ہے کہ وہ قومی خدمات کے لئے اپنے آپ کو پیش کریں۔ انہیں کیا معلوم کہ پیشتر اس کے کہ انہیں کوئی نوکری ملے' وہ وفات پا جائیں۔ اور اسی طرح بغیر کوئی مفید کام کئے وہ اس دنیا سے گزر جائیں۔ موت کا انسان کو پتہ نہیں اور نہ ہی یہ پتہ ہے کہ کل اس پر کیا گزرے گی۔ پس بغیر کسی مزید انتظار کے انہیں چاہئے کہ وہ ایسا کام کریں جس میں قوم کی بھی خدمت ہے اور اپنے نفس کا بھی فائدہ۔ ایک نوجوان کے لئے اس سے زیادہ شرم کی اور کیا بات ہو سکتی ہے کہ وہ فارغ ہو کر اپنے ماں باپ کے لئے بوجھ بنا بیٹھا ہو اور وہ ان کو کچھ کما کر کھلانے کی بجائے اپنے گزارے کے لئے ان پر بوجھ ڈالتا ہو۔

پس نوجوانوں کے لئے یہ ایک نہایت ہی مبارک موقع ہے انہیں چاہئے کہ وہ جلد سے جلد اپنے نام پیش کریں۔ میں پھر اپنی جماعت کے نوجوانوں کو خواہ وہ قادیان کے ہوں یا باہر کے تحریک کرتا ہوں کہ وہ اس کام میں شریک ہوں اور جائز طور پر اپنی زندگیوں سے مفید کام لیں۔ جائز طور سے مراد میری یہ ہے کہ جنہیں ایسے کاموں میں حصہ لینا ممنوع نہ ہو گورنمنٹ کے جس قدر ملازم ہیں انہیں حصہ نہیں لینا چاہئے کیونکہ ان کا گورنمنٹ سے معاہدہ ہے لیکن وہ جو ملازم نہیں یا اپنا کوئی کام کرتے ہیں ایسے نوجوان قادیان میں بھی بہت ہیں اور باہر بھی انہیں اپنے نام پیش کرنے چاہئیں۔ کئی ہیں جنہیں نوکریوں کی تلاش ہے۔ کئی ہیں جنہیں صنعت و حرفت کا اشتیاق ہے۔ اور

کئی ہیں جو کوئی پیشہ اختیار کرنا چاہتے ہیں۔ مگر ابھی بے کار ہیں۔ میں ان سب سے کہتا ہوں کہ وہ اپنے وقت کو ضائع نہ کریں اور جس قدر جلد ہو سکے' اپنے نام متعلقہ دفتر میں بھجوادیں تاکہ فوراً مناسب کارروائی شروع کی جائے۔ ہم ایسے نوجوانوں کو تنخواہیں نہیں دیں گے۔ صرف گزارہ کے لے معمولی رقم دیں گے' رہائش کا انتظام کریں گے اور سفر خرچ دے سکیں گے۔ اور میں سمجھتا ہوں قومی خدمات کے لئے تو اگر بجائے معاوضہ لینے کے خود جیب سے خرچ کیا جائے تو یہ اور بھی زیادہ بہتر ہے۔ اور ایسی قربانی زیادہ شاندار ہو جاتی ہے

اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہماری جماعت کے وکلاء نے کشمیر کے معاملہ میں بہت بڑی قربانی کی ہے۔ کئی ہیں جنہوں نے اپنی مفت خدمات پیش کیں۔ اور بغیر ایک پیسہ لینے کے انہوں نے کام کیا۔ کئی ہیں جنہوں نے اپنے پیشے چھوڑ دیئے۔ دکانیں بند کردیں اور بغیر کوئی معاوضہ لئے کام کرنے لگ گئے۔ تو جہاں تمہارے بھائیوں میں سے بعض نے مفت کام کیا۔بعضوں نے اپنی دکانیں بند کردیں اور قربانی کے نمونے دکھائے' وہاں اگر تم جنہیں گزارہ بھی ملتا ہے کام کرنے کے لئے اپنے آپ کو پیش کرو تو یہ کوئی بڑی بات نہیں ہوگی۔

پس میں چاہتا ہوں کہ ہماری جماعت کے دوست فوری طور پر اپنی خدمات پیش کریں۔ پنجاب اور صوبہ سرحد کے رہنے والے لوگ زیادہ اچھا کام کرسکتے ہیں۔ ان سب کو یہ سمجھ کر اپنا نام پیش کرنا چاہئے کہ ریاست کی طرف سے انہیں جو بھی تکلیف پہنچے گی' اسے وہ خوشی سے برداشت کریں گے اور قید و بند کی مصیبتیں جھیلنے کے لئے ہر وقت تیار رہیں گے کیونکہ اس کام میں خطرات ضرور ہیں اور سب سے بڑا خطرہ یہ ہے کہ تکلیف کے وقت کوئی ہمارا آدمی اپنے نفس پر قابو چھوڑ بیٹھے اور کوئی بات خلاف شریعت اور خلاف روایات سلسلہ کر بیٹھے۔ ہماری جماعت کو اللہ تعالیٰ نے یہ موقع عطا فرمایا ہے کہ وہ بغیر اس کے کہ قانون شکنی کرے اور بغیر اس کے کہ سلسلہ کی سابقہ پالیسی کو صدمہ پہنچائے قید و بند کی مصیبتیں جھیل کر مظلوموں کی امداد کر سکتی ہے۔ دراصل جب کسی قوم پر ایک لمبے عرصہ تک مصیبتیں نہیں آتیں تو نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اس قوم کے لوگوں کے دلوں میں بزدلی پیدا ہو جاتی ہے۔ مگر اللہ تعالیٰ بزدلی کو کبھی پسند نہیں کرتا۔ پس اللہ تعالیٰ نے ہماری جماعت کے سامنے یہ موقع رکھا ہے تا اس کی بہادری اور شجاعت کا سکہ لوگوں کے دلوں پر بیٹھے اور لوگ سمجھ لیں کہ مؤمن بزدل نہیں ہوتا۔ میں نے تعلیم یافتہ نوجوانوں کی ضرورت کا اظہار کیا ہے لیکن یہ ضروری نہیں کہ صرف تعلیم یافتہ لوگ ہی اپنا نام پیش کریں۔ میں

نے صرف خاص خاص کاموں کی وجہ سے تعلیم کو ضروری قرار دیا ہے۔ لیکن غیر تعلیم یافتہ لوگ بھی کئی کام کرسکتے ہیں۔ پس ہر قسم کے لوگوں کو اپنے نام پیش کرنے چاہئیں۔ کئی ایسے ہو سکتے ہیں جو لمبے عرصہ کے لئے اپنے نام پیش نہ کرسکیں مثلاً یہ کہ وہ کسی تاجر کے ملازم ہوں۔ ایسے لوگوں کو چاہئے کہ وہ جتنے عرصہ کے لئے بھی اپنے نام پیش کرسکیں پیش کردیں مثلاً لکھ دیں کہ وہ ایک ماہ کے لئے یا دو ماہ کے لئے یا تین ماہ کے لئے یا چار ماہ کے لئے پانچ ماہ کے لئے یا چھ ماہ کے لئے کام کرنے کے لئے تیار ہیں اور اتنے عرصہ کے لئے وہ اپنا وقت فارغ کرسکتے ہیں۔ ایسے لوگوں سے اتنا ہی عرصہ کام لیا جائے گا۔ مگر ضرورت یہ ہے کہ ایسے ہی لوگ اپنے نام پیش کریں جو بہادر ہوں اور فرمانبرداری سے کام کرنے والے ہوں۔ جیسے ملکانا کے علاقہ میں ارتداد کے ایام میں ہم نے حکم دے رکھا تھا کہ افسر کی اطاعت ضروری ہے خواہ وہ کوئی حکم دے۔ اطاعت اور فرمانبرداری ہمیشہ ہی ضروری ہوتی ہے مگر لڑائی کے میدان میں اس کی اور بھی زیادہ ضرورت ہوتی ہے۔ پس جماعت کے نوجوان آگے بڑھیں اور اس کام کے لئے اپنے آپ کو پیش کریں۔ نوجوانوں سے مراد صرف جوان عمر ہی نہیں بلکہ جوان دل والے بھی ہیں جو لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ وہ پوری فرمانبرداری سے کام کریں گے انہیں چاہئے کہ وہ اپنے نام پرائیویٹ سیکرٹری کے دفتر میں یا کسی صیغہ میں جس کی طرف وہ خط لکھ رہے ہوں بھیج دیں۔

میں پھر توجہ دلاتا ہوں کہ اس معاملہ میں چندہ کی ضرورت ہے۔ پس چندے اکٹھے کرو اور دعاؤں سے کام لو۔ ہمیں یقین رکھنا چاہئے کہ اس معاملہ میں خدا تعالیٰ ہماری مدد کرے گا۔ اور وہ ظلم کا نشان تک کشمیر سے مٹا دے گا۔ اللہ تعالیٰ عظیم الشان طاقتوں کا مالک ہے اور وہ جس کام کے کرنے کا ارادہ کرتا ہے کوئی نہیں جو اسے روک سکے خواہ حکومت ہو یا راجہ اور مہاراجہ ہو۔ اللہ تعالیٰ کی مشیت میں کوئی روک نہیں بن سکتا اور جو روک بنتا ہے وہ کاٹا جاتا اور ہلاک کیا جاتا ہے۔ پس ہمیں تو یہ یقین ہے کہ یہ کام ہو کر رہے گا۔ ایک نہیں ہزار ریاستیں اپنے ظلم و ستم سے روک ڈالیں پھر بھی اللہ تعالیٰ انہیں شکست دے گا۔ کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کی سنت اور اس کی صفات کے خلاف ہے کہ وہ اتنے لمبے عرصہ تک ایک قوم کو غلامی کی زنجیروں میں جکڑا رہنے دے۔ پس کوئی گورنمنٹ اس کام کو روک نہیں سکتی۔ نہ کوئی حکومت ہے جو اس کام کو ضعف پہنچا سکے۔ یہ خدا کا کام ہے جو ہو کر رہے گا۔ آج سے سینکڑوں سال پہلے فرعون نے بنی اسرائیل پر مدتوں ظلم توڑے لاکھوں اذیتیں اور تکالیف پہنچائیں۔ اس نے اپنے غرور میں سمجھا تھا کہ مجھے کوئی ہلاک نہیں

کر سکتا۔ آخر خدا نے اسے ہلاک کر دیا اور بنی اسرائیل کو نجات دلائی۔ پس ریاست کا ظلم بھی ایک وقت تک ہے۔ آخر خدا کی غیرت اسکے بندوں کو نجات دلائے گی۔ یہ کہنا کہ اب کیا ہو گا ریاست اس قدر تشدد پر اتر آئی ہے' بیوقوفی ہے۔ یہ خدا کا ارادہ اور اس کی مشیت ہے اور یہ کام ہو کر رہے گا۔ پس ہمارا حصہ لینا تو محض خون لگا کر شہیدوں میں داخل ہونا ہے۔ اس لئے گھبراؤ نہیں۔ چندہ کی تحریک کو بدستور جاری رکھو۔ اللہ تعالیٰ کے حضور دعاؤں سے کام لو اور جنہیں اللہ تعالیٰ توفیق عطا فرمائے وہ اس مہم میں اپنا نام پیش کریں تا اللہ تعالیٰ کے حضور سرخرو ہو سکیں۔

میں امید کرتا ہوں کہ ہماری جماعت کے نوجوان ایسی دلیری اور ہوشیاری سے کام کریں گے کہ ان کا مقصد انہیں بہت جلد حاصل ہو جائے گا۔ بغیر اس کے کہ وہ قانون شکنی کریں اور بغیر اسکے کہ وہ اپنی روایات سلسلہ کے خلاف کریں انہیں جرأت اور بہادری سے کام کرنا چاہئے۔ ریاست اس وقت خود قانون شکنی کر رہی ہے۔ اور اگر کسی عدالت میں معاملہ پیش ہو تو وہ یقیناً ریاست کو ہی باغی قرار دے گی۔ پس اس قانون شکنی کی روح کا مقابلہ کرنا ہے۔ جس کے لئے نہایت ہی دانائی اور ہوشیاری سے کام کرنے کی ضرورت ہے۔ تا ایسا ہو کہ ہم اگر ایک طرف اللہ تعالیٰ کے حضور بریٔ الذمہ ہو سکیں تو دوسری طرف اس کے بندوں کے شکریہ کے مستحق بھی ہو جائیں۔

(الفضل یکم مئی ۱۹۳۲ء)

---

۱ النسآء: ۱۰۵

۲ حٰمٓ السجدۃ: ۳۱

۳

۴

۵ بخاری کتاب المظالم باب من قتل دون مالہ